ہجرت حبشہ۔ سیاسی تناظر میں

* ڈاکٹر نوید احمد شہزاد
* حافظ امجد حسین

اسلامی تاریخ میں ہجرت حبشہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ہجرتِ حبشہ نے مختلف پہلوؤں سے مسلمانوں اور حبشہ کی عیسائی آبادی پر زبردست اثرات مرتّب کیے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ہجرتِ حبشہ کے سیاسی پہلو پر معروضات درج ذیل تین عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہیں۔

① حبشہ کا اجمالی تعارف

② ہجرتِ حبشہ اور اس کا پس منظر

③ ہجرتِ حبشہ کے سیاسی اثرات

❶ حبشہ کا اجمالی تعارف

حبشہ، عربی زبان کے مادے ''ح ب ش'' سے مشتق ہے۔ اس مادے کے متعدد معانی میں سے زیادہ استعمال ہونے والا معنیٰ ''ایک دوسرے سے ملنا یا جمع ہونا'' ہے۔ اس حوالے سے حبشی اقوام کو حبش کہنے کی وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابنِ منظور م 711ھ لکھتے ہیں:

((حبش الشئی جمعه احابیش جماعة من الناس لیسوا من قبیلة واحدة))(1)

''حبش الشئی سے مراد کسی چیز کا مل جانا یا اس کا جمع ہونا ہے۔ احابیش سے مراد ایسے لوگوں کی جماعت ہے، جو ایک ہی قبیلے کی نہ ہو''۔

حبشی کہلائے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان اقوام کا جدامجد حبش ہے۔ جیسا کہ حافظ ابنِ حجر م ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ اہلِ حبش، حبش بن کوش کی اولاد ہیں۔(2)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''حبشی اصل میں یمن سے آئے ہوئے نوآبادکار ہیں۔ حبشہ میں ایک صوبہ ''امہرہ'' بھی ہے۔ اس اب ''مہرہ'' سے تعلق قائم کیا جا رہا ہے جو جنوبی عرب میں حضرموت کے مشرق میں ایک بڑا علاقہ ہے۔ لسانیاتی تحقیق نے بھی مہرہ اور امہرہ کی بولیوں میں بڑی قرابت ثابت کردی ہے۔''(3)

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سمندری، فیصل آباد۔
* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سمندری، فیصل آباد۔

ہجرت کے وقت ریاستِ حبشہ

سید المرسلین ﷺ کے فرمان مبارک کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ نے نبوت کے پانچویں سال مکۃ المکرّمۃ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جو کہ سنِ عیسوی کے حساب سے 615ء ہے۔ اس وقت حبشہ کی ریاست کا نام ''اکسوم'' تھا۔ جو کہ اب شمالی افریقہ میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں عیسائیت کے پہنچنے کے بعد یہ شہر باقاعدہ ایک سلطنت بن گیا۔ اور تب اس کی حدود میں موجودہ ایتھوپیا کے علاوہ تقریباً تمام سوڈان شامل تھا۔ اس شہر کے کئی کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔ حبشہ کے لوگ اس شہر کو بہت عزت دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت کے تبدیل ہونے کے بعد نئے بادشاہ اور حکمران کی تاج پوشی بھی ابھی تک یہیں ہوتی ہے۔ (4)

ہجرتِ حبشہ کے وقت اکسوم کی ریاست خاصی بڑی اور مستحکم تھی، اور اس کی حدود کافی دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بقول حافظ ابنِ حجر م۸۵۲ھ کہ ملک حبشہ یمن کی ۔ جانب واقع تھا۔ اس کی مسافت کافی طویل تھی۔ اگرچہ یہ کئی نسلوں اور قوموں پر مشتمل تھا، مگر سوڈان کے ملک کے تمام فرقے حبشہ کے بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ (5) گویا سوڈان برِاعظم افریقہ کا سب سے بڑا ملک تھا اور وہاں کے تمام باشندے اکسومی ریاست کے ماتحت تھے۔

سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد نجاشی کے ملک میں حبشہ کی سلطنت کا کوئی دوسرا دعویدار سامنے آیا تھا۔ جس سے نجاشی نے دریائے نیل کے کنارے پر جنگ کی تھی اور اس جنگ کے بارے میں مسلمانوں کو خبر رسانی کی ذمہ داری سیدنا زبیرؓ بن العوام نے سرانجام دی تھی۔ (6) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اکسومی ریاست مغرب کی جانب دریائے نیل کے پار سوڈان تک محیط تھی۔ نیز موجودہ اریٹیریا کا علاقہ بھی اس زمانے میں اسی ریاست کا حصہ تھا جو کہ حبشہ کے شمال میں واقع ہے۔ اس کی تائید میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان کشتیوں کے ذریعے ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے اور وہ حبشہ کی بندرگاہ پر اترے تھے، جبکہ موجودہ ایتھوپیا میں کوئی بندرگاہ نہیں ہے، اور اب اریٹیریا کی بندرگاہ عربی سمندر سے ملی ہوئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دورِ ہجرت میں اریٹیریا کا علاقہ بھی ریاستِ حبشہ کا ہی حصہ تھا۔

ریاستِ حبشہ کا پس منظر

قومِ سبا ایک تجارت پیشہ قوم تھی۔ یہ زمانہ قدیم سے شمالی عرب اور یمن میں آباد تھی۔ حبشہ یمن کے بالمقابل ساحلوں پر آباد ہے۔ بعض اہلِ حبش تو خود کو سبا کی اولاد بھی کہتے ہیں۔ سید سلمان ندوی کہتے ہیں کہ بعض کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ حبش پر سلطنت سبا کا مقرر کردہ گورنر ''معافر'' حکومت کرتا تھا۔ (7)

زمانہ قدیم سے حبشہ سبا اور مصر کے ماتحت چلے آرہے تھے، یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی میں شاہانِ روم نے مصر کے ذریعے یہاں عیسائیت کو فروغ دیا اور اسکندریہ کے ایک بشپ نے اس علاقے کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا۔ ۳۳۰ء میں سب سے پہلے اذنیہ نجاشی حبشی نے عیسائیت قبول کی۔ (8)

جب اہلِ حبش نے رومیوں کی وساطت سے نہ صرف خود عیسائیت قبول کر لی بلکہ اس کی اشاعت نجران کے علاقے میں بھی کی تو حمیر جو اس زمانے کی نا صرف ایک بڑی طاقت تھی بلکہ ایرانیوں کے بھی طرف دار تھے، انہوں نے رومیوں اور حبشیوں کی مخالفت میں یہودیت کو ترجیح دی۔ اسی تعصب کی بناء پر ان کے حکمران ذونواس نے اہلِ نجران کو آگ کی کھائیوں میں ڈالا۔ جس سے ان کے بارہ ہزار کے قریب افراد زندہ جل گئے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر سورۃ البروج میں کیا گیا ہے۔(9)

ذونواس سے انتقام لینے کے لئے قیصرِ روم اور نجاشی کی مشترکہ سپاہ نے اس سے جنگ کی۔ لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ذونواس کو شکست ہوئی اور اس نے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد یمن پر حبشی قبضہ ہو گیا اور یہ علاقے بھی نجاشی کے قبضے میں آ گئے اور ایک شاندار عیسائی سلطنت معرضِ وجود میں آ گئی۔ یہ واقعہ ۵۲۵ء کا ہے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں کہ قیصر روم نے ذونواس کے خلاف نجاشی کی جو مدد کی، اس کا ایک بڑا سبب معاشی اور تجارتی مفاد بھی ہو سکتا ہے۔(10)

عبدالملک بن ہشام م 213ھ کہتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ جس حبشی گورنر کی سرکردگی میں یمن فتح ہوا تھا، اس کا نام ''ارياط'' تھا۔(11) اور بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ اس کا نام ''ابرہہ'' تھا۔ اور حافظ ابن کثیر م ۷۷۴ھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں کی مشترکہ گورنری میں یمن فتح ہوا تھا۔(12) ابرہہ حبشی نے دھوکے سے ''ارياط'' گورنر کو اپنے غلام کے ذریعے مروا ڈالا اور ارياط کے ساتھ مقابلے میں ہی اس کی ناک کٹ گئی۔ اسی وجہ سے اسے ''الاشرم'' یعنی ناک کٹا بھی کہا جاتا ہے۔(13) اسی ابرہہ نے شاہ حبش کے خلاف بغاوت کا ساتھ دے کر بادشاہ کی طرف سے مقرر کردہ نائب کو قید کر لیا تھا مگر بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کے جانشین نے ابرہہ سے صلح کر لی تھی اور یمن پر اس کے اقتدار کو تسلیم کر لیا تھا۔ ابرہہ اگرچہ نام کو شاہ حبش کا نائب تھا لیکن خودسر اور خودمختار حکمران بن گیا تھا۔(14) یہی وہ مشہور ابرہہ ہے، جس نے بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لئے حبشیوں کی فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ شریف پر حملہ کیا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں کیا گیا ہے۔(15)

الغرض بعثتِ نبوی کے وقت حبشہ میں ایک ایسی عیسائی ریاست وجود میں آ چکی تھی، جو کہ نا صرف مستحکم تھی بلکہ اس کی حدود بھی خاصی پھیلی ہوئی تھیں۔

نجاشی کا تعارف

نجاشی حبشی زبان کے لفظ NAGOS سے ماخوذ ہے، جسے اہلِ عرب نے نجاشی کے تلفظ کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔(16) عربی زبان میں نجاشی کے لفظ کو نون کی زبر اور جیم کی شدّ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ جیسے نَجَاشی، نَجّاشی، نِجَاشی، نِجّاشی(17) حافظ ابنِ حجر م 852ھ لکھتے ہیں کہ قدیم زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہوتا تھا جب کہ ابنِ کثیر م 774ھ اور ابنِ اسحاق م 151ھ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دورِ رسالت میں جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ، مصر کے شہنشاہوں کو مقوقس، شام کے بادشاہوں کو قیصر اور روم کے باشاہوں کو ہرقل کہا جاتا تھا، اسی طرح حبشہ کے حکمرانوں کا لقب نجاشی تھا۔(18)

صحابہ کرام ہجرت کر کے جس نجاشی کے پاس گئے تھے، اس کے نام میں اختلاف ہے۔ امام بیہقی م 458ھ نے ابن اسحاق م 151ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس کا نام ''مصحمہ'' تھا۔(19) زرقانی م 1122ھ نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا نام ''مکحول بن صصہ'' تھا۔(20) لیکن مشہور قول یہی ہے کہ اس نجاشی کا نام ''اصحمہ'' تھا۔ جس کی تائید صحیح بخاری میں سیدنا جابرؓ سے مروی فرمانِ رسولِ کریم کے درج ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے؛

((مات الیوم رجل صالح فقوموا فصلوا علی اخیکم اصحمہ))(21)

''آج کے دن ایک نیک آدمی وفات پا گیا ہے، پس کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھائی اصحمہ پر (جنازے کی) نماز پڑھو''۔

اصحمہ کا باپ بھی نجاشی تھا، مگر اس کے بھائی نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور باغیوں نے اصحمہ کو اس واقعہ کے بعد غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ جسے عرب قبیلے بنوضمرہ کے تاجروں نے خریدا اور اسے اپنے ساتھ ہی اپنے قبیلے میں لے آئے۔ اصحمہ کے بعد اس کے چچازاد بھائیوں سے حکومت صحیح طرح نہ چل سکی۔ جس پر حبشی لوگ پریشان ہوئے۔ انہوں نے اصحمہ کو دوبارہ ڈھونڈ نکالا اور بنوضمرہ کے لوگوں سے واپس لا کر اسے حبشہ کی حکومت سونپ دی۔(22)

اصحمہ نجاشی آریوسی مسیحیوں سے تھا، جو سیدنا عیسیٰؑ علیہ السلام کی وحدت فطرت کے قائل تھے۔ تثلیث کے قائلوں کی طرح یہ نہیں مانتے تھے کہ سیدنا عیسیٰؑ علیہ السلام میں دو فطرتیں جمع تھیں۔ ایک عبدیت کی اور دوسری الوہیت کی۔(23) اصحمہ نجاشی ایک عادل حکمران تھا۔ جس کے بارے میں سید المرسلین ﷺ نے مہاجرین کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

((لو خرجتم الی ارض الحبشۃ فانّ بھا ملکا لا یظلم احد عندہ))(24)

''اگر تم سے ہو سکے تو حبشہ کی سرزمین کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے پاس کوئی ظلم نہیں کرتا''۔

ہجرتِ حبشہ کے بعد کے واقعات اور مسلمانوں سے نجاشی کے حسنِ سلوک نے ثابت کر دیا کہ وہ نا صرف بہترین مہمان نواز تھا بلکہ حق گوئی کو قبول کرنے والا موحّد بھی تھا۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک سے زیادہ نجاشی ہوئے ہیں، جس کی مضبوط دلیل ذیل کی حدیث مبارک ہے:

((عن انس قال کتب رسول اللّٰہ الی کسری ،قیصروالی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللّٰہ تعالی ولیس بالنجاشی الذی صلّی علیہ رسول اللّٰہ))(25)

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر سردار کی طرف خط لکھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ اور یہ وہ نجاشی نہیں تھا، جس کا آپ نے جنازہ پڑھایا تھا''۔

مذکورہ حدیث سے واضح ہے کہ دورِ رسالت میں ایک سے زائد نجاشی ہوئے ہیں۔ نیز جس نجاشی کا آپ نے جنازہ

پڑھایا وہ مسلم تھا اور اس کے علاوہ بھی کسی نجاشی کو خط لکھا گیا۔ عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نجاشی کی وفات 9 ہجری کو ہوئی تھی اور آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا تھا لیکن حافظ ابن قیم م 751ھ اس کو غلط قرار دیتے ہیں اور اسے راوی کا وہم ذکر کرتے ہیں۔(26) جبکہ مولانا شبلی نعمانی م 1914ء اس حوالے سے حافظ ابنِ قیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''لیکن ابن قیم نے ارباب سیر کی روایت کی تائید کی ہے اور مسلم کی روایت کے اس ٹکڑے کو راوی کا وہم بتایا ہے''۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ حافظ ابنِ قیم م 751ھ کے حوالے سے مولانا شبلی نعمانی کو غلطی لگی ہے۔ کیوں کہ حافظ ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں متعدد مقامات پر اس حوالے سے مسلم کی روایت کی تائید کی ہے اور ارباب سیر کی راویت کو راوی کا وہم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ'' زاد المعاد'' کی جلد اول میں'فصل فی کتبه ورسله الی الملوک'' اور اسی کتاب کی جلد سوم کی ''فصل ذکر هدیه فی مکاتبته الی الملوک وغیرهم'' میں حافظ ابنِ قیم نے صراحت کی ہے۔(28) واللہ اعلم

❷ ہجرتِ حبشہ اور اس کا پس منظر:

مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دو بار ہجرت کی اور متعدد دفعہ ان کی حبشہ سے واپسی ہوئی۔ پہلی بار حبشہ کی طرف کب ہجرت کی گئی؟ اس بارے میں اہل علم کے آثار واقوال مختلف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اعلانیہ دعوت کے دوسرے سال اہل اسلام نے حبشی کی ہجرت کی۔ اس قول کو ابنِ اثیر م 630ھ نے نقل کیا ہے۔(29) موسیٰ بن عقبہؒ م ۱۴۱ھ کا قول ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ شعبِ ابی طالب میں داخلے کے وقت یعنی ہجرت کے ساتویں برس ہوئی تھی۔ کیونکہ شعبِ ابی طالب میں محصوری کا آغاز 7 نبوی کو ہوا تھا۔(30) امام حاکم م 405ھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کا حکم سردار ابوطالب کی وفات کے بعد دیا گیا تھا۔(31) لیکن زیادہ تر مؤرخین نے حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کا وقت 5 نبوی تسلیم کیا ہے۔(32)

حافظ ابنِ قیم م 751ھ ہجرتِ حبشہ کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اعلانِ نبوت کے بعد مکہ کے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا اور ان کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ اہلِ اسلام کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مشرکین مکہ خطرہ محسوس کرنے لگے، اس کے جواب میں انہوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کا راستہ اختیار کیا۔ جس میں وہ شدت اختیار کرتے چلے گئے، اور جب مومنوں کے لئے آزمائش میں سختی بڑھتی چلی گئی تو رسول اللہ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، کیونکہ حبشہ کے بادشاہ کی وجہ شہرت ہی عدل وانصاف تھی۔ توقع تھی کہ وہاں مسلمانوں کو تحفظ ملے گا۔ ہجرت کے اس اولین قافلے میں 12 مرد اور 4 عورتیں شامل تھیں۔ جن میں سیدنا عثمانؓ اور رقیہؓ بنت رسول بھی شامل تھے۔(33) اور ابنِ ہشام م 213ھ نے لکھا ہے کہ مہاجرینِ حبشہ کا پہلا قافلہ 10 افراد پر مشتمل تھا۔(34) ابنِ سعد م 230ھ نے بعض روایات کے حوالے سے قافلے میں گیارہ مردوں اور 4 خواتین کے ہونے کا ذکر کیا ہے (35) نیز ابنِ سید الناس م 734ھ کی ایک رائے کے مطابق پہلی ہجرت کرنے والوں کی تعداد 12 مرد اور 4 خواتین تھی۔ (36) الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ مردوں کی تعداد میں تھوڑا سا اختلاف ہے لیکن مہاجرات خواتین کی تعداد 4 ہی تھی۔

❸ ہجرتِ حبشہ کے سیاسی اثرات

اگرچہ ہجرتِ حبشہ کئی پہلوؤں سے اہلِ اسلام اور حبشہ کی ریاست اور لوگوں کے لیے مفید رہی تاہم زیرِ قلم مضمون میں اس کے سیاسی اثرات پر معروضات پیش کی جائیں گی۔اس بارے میں معلومات کو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

① مسلم مظلومین کے لئے پناہ گاہ۔

② مشرکینِ مکہ کے لئے نجاشی کی حمایت کا خاتمہ۔

③ اہلِ حبش سے موثر سفارت کاری۔

④ حبشہ میں مسلم اقلیت کا سیاسی کردار۔

⑤ حبشہ کی غیر مسلم آبادی کے لئے سیاسی مفادات۔

① مسلم مظلومین کے لئے پناہ گاہ

سورۃ النحل میں ذکر ہے کہ اہلِ ایمان نے مشرکینِ مکہ کے ظلم وستم کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ارشاد ربانی ہے:

((والذین ھاجروا فی اللّٰہ من بعد ما ظلموا))(37)

''اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم ڈھائے جانے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی''۔

حافظ ابن کثیر م۷۷۴ھ اس آیت کی روشنی میں وضاحت کرتے ہیں کہ اس آیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کا ذکر ہے۔(38) ابن ہشام م213ھ نقل کرتے ہیں کہ مکۃ المکرّمۃ میں جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو دیکھا تو فرمایا؛

((فلما رأی رسول اللّٰہ ما یصیب بہ اصحابہ من البلاء قال لو خرجتم الی ارض الحبشۃ فانّ بھا ملکا لا یظلم احد عندہ))(39)

''پس جب رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کو پہنچنے والی تکالیف کو دیکھا تو فرمایا،اگر تم چاہو تو حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ، کیونکہ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے پاس کوئی ظلم نہیں کرتا۔

چنانچہ مسلمانوں کا ایک مختصر سا قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ابن ہشام م213ھ یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے سراسر اپنے دین کو بچانے اور خود کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے نکلے تھے۔(40)

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اہلِ مکہ کے اسلام قبول کرنے کی غلط خبر ملی تو انہوں نے شوال کے مہینے میں مکہ واپسی کا ارادہ کیا اور جب مکۃ المکرّمۃ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی،تب کچھ لوگ تو مکہ آ گئے اور کچھ لوگ واپس حبشہ کی طرف پلٹ گئے۔(41) قریش کا ظلم وستم مزید بڑھ گیا۔وہ مسلمانوں کے ساتھ نجاشی کے حسنِ سلوک سے چڑھ گئے تھے۔مسلمانوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔اب کی بار قریش چوکنّے تھے،اور ایسی کسی بھی کوشش کو ناکام

بنانے کا مضبوط ارادہ کئے تھے،لیکن اللہ تعالی کی مدد سے مسلمان قریش کے تعاقب کے باوصف بچ نکلے،اور حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔(42) حافظ ابن قیم م 751ھ لکھتے ہیں کہ دوسری مرتبہ ۸۳ مردوں نے ہجرت کی۔سیدنا عمار بن یاسرؓ کے ہجرت کرنے میں اختلاف ہے۔(43) جب کہ سید سلمان منصور پوری نے دوسری دفعہ ہجرت کرنے والی عورتوں کی تعداد ۱۴ لکھی ہے۔(44) قریش نے عمارہ بن ولید اور عمرو بن العاص کو نجاشی کے پاس قیمتی تحائف دے کر بھیجا،اور مکہ کے مفروروں کا مطالبہ کیا۔مگر نجاشی نے مسلمانوں کو بھی بولنے کا موقع دیا۔سیدنا جعفرؓ کی مؤثر تقریر کے بعد نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دینے کا فیصلہ کیا اور قریش کی سفارت ناکام واپس لوٹ گئی۔(45)

کیا دشمن کے خوف یا کسی اور مصلحت کے تحت غیر مسلم شخص یا غیر مسلم ریاست کی پناہ حاصل کی جاسکتی ہے؟اس سوال کا جواب مصر کے دارالافتاء سے جاری ایک فتوے میں یوں دیا گیا ہے؛

((دلت حوادث كثيرة على انّ النبى و اصحابه استعانوا بغير المسلمين للدفاع عن النفس او لتحقيق مصلحة شرعية))(46)

''بہت سے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ اور صحابہ نے اپنی ذات کے تحفظ یا کسی اور شرعی مصلحت کے تحت غیر مسلموں سے مدد طلب کی''۔

غیر مسلموں سے مدد لینے کے حوالے سے قرآن وسنت میں متعدد دلائل مذکور ہیں۔جن میں نمایاں درج ذیل ہیں:

- مکی دور رسالت میں جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس مکۃ المکرمۃ لوٹے تو آپ نے متعدد قریشی سرداروں سے پناہ دینے کی گفتگو کی۔ان میں سے کچھ نے تو بہانے بنائے مگر مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا،اور آپ قریشی سردار مطعم بن عدی کی پناہ میں مکۃ المکرمۃ میں داخل ہوئے۔(47)
- سیدہ ام سلمہؓ نے اسلام لانے کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف عثمان بن طلحہ کی حمایت اور نگرانی میں ہجرت کی۔محدث محمد بن یوسف الشامی م942ھ لکھتے ہیں کہ:

((و كان مشركا وقد اثنت ام سلمةؓ على امانته و حسن صحبته))(48)

''(عثمان بن طلحہ) مشرک تھا اور ام سلمہؓ ان کی امانت داری اور بہترین عادت کی تعریف کرتی تھیں''۔

- غزوہ احد میں مسلمانوں کے لشکر میں قزمان بھی تھا اور تب قزمان حالتِ کفر میں تھا۔اسکے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا تھا:

((انّ الله يؤيّد هذا الدين بالرجل الفاجر))(49)

''بے شک اللہ تعالی فاجر آدمی کے ذریعے اس دین کی مدد فرماتا ہے''۔

سید المرسلین ﷺ کے مذکورہ فرمان کی روشنی میں قاضی محمد بن علی شوکانی م1250ھ نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

((مما يدل على جواز استعانة بالمشركين انّ قزمان خرج مع اصحاب رسول الله

یوم احد و ھو مشرک))(50)

''جن دلائل سے مشرکین سے مدد لینے پر استدلال کیا جاتا ہے،ان میں یہ بھی ہے کہ قزمان رسول اللہ کے صحابہ کے ساتھ حالت شرک میں نکلا تھا''۔

۴۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے مشرکین کے ناروا سلوک کی وجہ سے ہجرتِ حبشہ کا ارادہ فرمایا۔ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ آپ کی ملاقات ابنِ الدغنہ سے ہوگئی۔ابن الدغنہ آپ کے حسنِ کردار سے بہت متاثر تھا۔وہ آپ کے وطن چھوڑ کر جانے پر کبیدہ خاطر ہوا،اور سیدنا ابوبکر کو اپنی پناہ میں لے کر مکۃ واپس آ گیا۔کچھ عرصہ تک سیدنا ابوبکرؓ امن وامان کے ساتھ اس کی پناہ میں رہے۔بعدازاں آپ نے اس کی پناہ واپس کر دی ۔(51) حافظ ابنِ حجر 852ھ سیدنا ابوبکرؓ کے پناہ لینے کے واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

((والغرض من ھذا الحدیث رضاابی بکر بجوار ابن الدغنة تقریر النبی له علی ذلک))(52)

''اوراس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ابوبکر ابن الدغنہ کی پناہ پر راضی ہوئے اوراس پر رسول اللہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا''۔

قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوستی اور اعتبار کرنے کے حوالے سے تمام غیر مسلم اقوام یکساں نہیں ہیں۔اس حوالے سے دو آیات کا ذکر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔جو کہ درج ذیل ہیں؛

ا۔ سورۃ آلِ عمران میں ہے کہ:

((یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالاودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر قدبیّنا لکم الآیات ان کنتم تعقلون))(53)

''اے ایمان والو؛اپنے سوا کسی کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ۔وہ تم سے دشمنی میں کمی نہ کریں گے۔وہ تمہارا مشقت میں پڑنا پسند کرتے ہیں۔تحقیق بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے،اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ زیادہ بڑی بات ہے۔تحقیق ہم نے تمہارے لئے نشانیاں کھل کر بیان کر دی ہیں،اگر تم عقل رکھتے ہو''۔

اس آیت میں مومنوں کو غیر مسلموں سے دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے،اور احوالے سے لفظ''**بطانة**'' استعمال ہوا ہے۔ابنِ منظور م 711ھ کہتے ہیں کہ:

((بطانة .خلاف الظھارة وبطانة الرجل خاصته و فی الصحاح بطانة الرجل ولیجته.ابطنت الرجل اذا جعلته من خواصّک))(54)

''**بطانة** کا لفظ ظاہر کے خلاف ہے۔**بطانة الرجل** سے مرد آدمی کا خاص دوست ہے،اور''الصحاح''

میں ہے کہ بطانۃ الرجل سے مراد دلی دوست ہے۔یعنی جب تم کسی کو بطانۃ بناؤ تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے اسے اپنے خواص میں شامل کرلیا''۔

گویا اس آیت کریمہ سے واضح ہوا ہے کہ غیر مسلم اس طرح دوستی نہیں رکھی جاسکتی کہ اس کو مسلمانوں کی راز والی اورخفیہ معلومات فراہم کردی جائیں۔

۲۔دوسری آیت کریمہ سورۃ المائدہ میں ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں؛

((لتجدنّ اشدّ الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودّۃ للذین آمنوا الذین قالوا انّا نصاری ،ذلک بانّ منھم قسّسین و رھبانا وانّھم لا یستکبرون))(55)

''یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔اور ایمان والوں سے زیادہ دوستی کے لائق آپ یقیناً انہیں پائیں گے جو اپنے آپ کو نصاری کہتے ہیں۔یہ اس لئے کہ ان میں علما اور عبادت کے لئے گوشہ نشیں افراد پائے جاتے ہیں،اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے''۔

اس آیت کریمہ میں غیر مسلموں سے دوستی کرنے اور ان پر اعتبار کرنے اور دوستی کرنے کے حوالے سے ان میں درجہ بندی کی گئی ہے۔یہودیوں اور مشرکوں کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا گیا ہے۔جبکہ نصاری کو اس حوالے سے ان سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔امام مجاہدم 104ھ اس آیت کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں جن نصاری کا ذکر ہے، یہ وہی لوگ ہیں جو حبشہ سے سیدنا جعفرؓ کے ہمراہ رسول رحمت کے پاس حاضر ہوئے تھے۔

((ھم الوفد الذین جاء وا مع جعفر و اصحابہ من ارض الحبشۃ))(56)

''اس سے مراد وہی وفد ہے جو کہ جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ کی سرزمین سے آیا تھا''۔

گویا اس آیت میں عام نصاری کی نہیں بلکہ حبش کے نصاری کی تعریف کی گئی ہے۔جبکہ عام نصاری کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر ہے کہ:

((یاایھاالذین آمنوا لا تتّخذوا الیھود والنصاری اولیاء ،بعضھم اولیاء بعض و من یتولّھم منکم فانّہ منھم انّ لا یھدی القوم الظالمین))(57)

''اے ایمان والو؛تم یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ ۔یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا،وہ بغیر کسی شک کہ انہیں میں سے ہوگا۔بے شک اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اور یہود و نصاری کے موجودہ عالمی کردار کے تناظر میں،حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''اب تو اسلام کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی مل کر سرگرمِ عمل ہیں۔ اس لئے قرآن نے دونوں ہی سے دوستی کرنے سے منع کر دیا ہے''۔(58)

الغرض اگرچہ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کرنے اور ان پر اعتبار کرنے کے معاملے میں اسلامی شریعت بہت محتاط رہنے کی تاکید کرتی ہے اور یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو اسلام دشمن قرار دیا گیا ہے۔ لیکن حبشہ کے نصاریٰ کے بارے میں اسلامی تعلیمات مختلف رہی ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ اسے ''ارض صدق'' اور نجاشی کو عادل حکمران کہا گیا۔ نیز نجاشی کے کردار نے بعدازاں نے اسے واقعی قابلِ تحسن ثابت کر دیا۔

(ب) مشرکینِ مکہ کے لئے نجاشی کی حمایت کا خاتمہ

قریش تجارت پیشہ تھے۔ وہ بین الاقوامی تجارت کرتے تھے۔ بنو عبد مناف کا اس حوالے سے خاص مقام تھا۔ قرآن مجید میں قریش کی تجارت سے محبت کا ذکر سورۃ القریش میں ہے:

((لایلاف قریش. ایلافھم رحلة الشتاء والصیف))(59)

''قریش کے مانوس ہونے کے سبب، ان کا مانوس ہونا سردیوں اور گرمیوں کے سفر سے''۔

''رحلتین'' یعنی بین الاقوامی تجارت کے لئے سال میں دو مرتبہ سفر کرنے کا طریقہ سردار ہاشم نے شروع کیا۔ محدث الشامی م 942ھ نقل کرتے ہیں کہ؛

((و ھو اوّل من سنّ الرحلتین. رحلة الشتاء الی الحبشة ورحلة الصیف الی الشام))(60)

''اور وہ پہلا شخص تھا، جس نے دو مرتبہ سفر کرنے کی ابتداء کی۔ سردیوں کا سفر حبشہ کی طرف اور گرمیوں کا سفر شام کی طرف''۔

سردار ہاشم ملک شام میں قیصر کے دربار میں گیا اور قیصر کو عرب تاجروں کی بہترین تجارت کے بارے میں آگاہ کیا، اور عرض گزار ہوا کہ اگر آپ کی طرف سے ہمیں امان نامہ مل جائے تو ہم حجاز کا چمڑا اور کپڑے آپ کے پاس لا کر سستے داموں بیچیں گے۔ قیصر نے سردار ہاشم کے مطالبے پر اسے امان نامہ لکھ دیا۔ جس کے بعد سردار ہاشم کے لئے شام کی طرف بحفاظت سامانِ تجارت لے جانا بالکل آسان ہو گیا۔(61)

علامہ بلاذری م 279ھ لکھتے ہیں کہ سردار ہاشم کے بعد اس کے بھائی عبد شمس نے اسی مقصد کے لئے حبشہ کا رخ کیا؛

((ثم انّ اخاہ عبد شمس اخذ لھم عصما من صاحب الحبشة والیه کان متجرہ))(62)

''پھر اس کے بھائی عبد شمس نے حبشہ کے حکمران سے امان نامہ حاصل کیا اور اس کی تجارت کا مرکز بھی حبشہ ہی تھا''۔

سیرت نگار یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ حبش کے ساتھ قریش کے تجارتی روابط پشتوں سے چلے آرہے تھے۔رسول کریم کے پردادا سردار ہاشم نے قیصرروم سے بھی تجارت کا پروانہ حاصل کیا تھا،اور قیصر نے اپنے ہم مذہب حکمران شاہ حبش کے نام بھی ایک سفارشی خط سردار ہاشم کی حمایت میں لکھ دیا تھا تاکہ وہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے اپنے ملک میں آنے دے۔نیز ہاشم نے شاہ حبش سے قریش کے تجارتی مال پر ٹیکس نہ لینے کا فرمان بھی حاصل کیا ہوا تھا۔جس وجہ سے قریش بڑی تعداد میں سامانِ تجارت لے کر آتے جاتے تھے۔(63)

سلیمان بن موسی الکلاعی م634ھ کہتے ہیں کہ''ایلاف'' دراصل اسی محفوظ راہ داری یا امان نامے کا نام ہے۔سردارانِ قریش جب بھی اپنا مالِ تجارت لے کر کسی قبیلے یا قوم کے پاس سے گزرتے تھے تو اپنے مال کے تحفظ کے لئے جو امان نامہ لیتے اسے''ایلاف'' کہا جاتا ہے۔(64)

علامہ بلاذری م279ھ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حبشی تاجروں کی ایک جماعت مکہ میں بغرض تجارت آئی تو قریش کے چند جوانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے پاس موجود مال واسباب کو لوٹ لیا۔جس کی وجہ سے قریش اور حبشیوں کے تعلقات بگڑ گئے۔قریش کو ان حالات سے خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے نجاشی ابو یکسوم کو راضی کرنے کی پوری کوشش کی،یہاں تک کہ انہوں نے اپنے چند سرکردہ لوگوں کو نجاشی ابو یکسوم کے پاس گروی رکھ دیا۔جن میں الحارث بن علقمہ بھی شامل تھا۔جس کا لقب ہی''رھینة قریش'' پڑ گیا۔

((ثم اصطلحوا بعد ان مضت عدة من وجوه قریش الی ابی یکسوم فارضوه واعتذروه الیه وسالوه ان لا یقطع تجّار اھل مملکته عنھم))(65)

''پھر قریش نے اپنے چند سرکردہ لوگوں کو ابو یکسوم کے پاس بھیج کر اس سے صلح چاہی اور اسے راضی کیا اور نجاشی سے معذرت چاہی اور اس سے درخواست کی کہ وہ اپنی مملکت کے تاجروں کو ان کے پاس آنے سے نہ روکے''۔

گویا قریش کے دیگر ممالک کی طرح حبشہ سے بھی گہرے تجارتی مفادات تھے۔جس کے لئے انہوں نے نجاشی سے امان نامہ بھی لے رکھا تھا۔اور ان تجارتی مفادات کی خاطر وہ اہلِ حبش اور نجاشی کی ناراضگی مول لینا نہیں چاہتے تھے۔

جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ پہنچے اور وہاں پر امن زندگی بسر کرنے کی خبر مکة المکرّمہ پہنچی تو قریش مضطرب ہو گئے۔جس کی کئی وجوہ میں سے ایک اہم وجہ تجارتی مفادات کو درپیش خطرات بھی تھے۔قریش تو مسلمانوں کو محفوظ و مامون دیکھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔اب تو یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں وہ حبشہ میں قریش کے خلاف اہلِ حبش کو ہی نہ بھڑکا دیں۔نجاشی کی قریش سے ہمدردیاں خطرے میں تھیں۔سیدہ ام سلمہؓ ہجرتِ حبشہ کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ جب ہم نجاشی کے ہاں بہترین انداز سے زندگی بسر کرنے لگے اور ہمیں اپنے دین اور عبادت کی ادائیگی میں کوئی خطرہ نہ رہا تو قریش نے ہمیں نجاشی سے واپس لینے کے لئے اپنے سمجھدار لوگوں کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔قریش کو اپنے نجاشی سے تعلقات پر بھروسہ تھا،مزید یہ کہ انہوں نے گہری تدبیر کی اور سوچا کہ نجاشی کے بڑے بڑے درباریوں اور مسیحی پادریوں کو بھی ساتھ ملایا جائے۔اور اتنے زور سے مدّعا پیش کیا

جائے کہ نجاشی بس ہماری التجا سنتے ہی مسلمانوں کو ہمارے سپرد کر دے۔ سیدہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ:

((و کان من اعجب ما یاتی منها ،الادم فجمعوا له ادما کثیرا ولم یترکوا من بطارقته بطریقا الا اهدوا له هدیة))(66)

''اور مکے سے آنے والے سامان میں سب سے پسندیدہ چیز چمڑا تھا۔ قریش نے نجاشی کے لئے بہت سارا چمڑا جمع کیا اور اس کے بطارقہ میں سے بھی ہر بطریق کو تحائف تقسیم کئے''۔

علامہ علی الحلبی م ۱۰۴۴ھ ذکر کرتے ہیں کہ قریش کے تحائف میں گھوڑے، ریشمی جبے، اور کھالیں تھیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ کھالیں پادریوں کو دی ہوں اور گھوڑے اور ریشمی جبے بادشاہ کو پیش کئے ہوں۔(67)

نجاشی نے اگرچہ قریش کے سفیروں کی عزت کی مگر ان کی درخواست اور درباریوں کی زبردست تائید کے باوجود مسلمانوں کا موقف سننا ضروری سمجھا۔ مسلمانوں کی وضاحت اور قرآنِ مجید کی تلاوت کے زبردست اثرات نے نجاشی کو شدید متاثر کیا۔ نجاشی نے نا صرف قریش کے سفیروں کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کی عزت واحترام میں اضافہ کیا بلکہ قریش کو نجاشی کے دربار سے ذلت ورسوائی کے ساتھ خالی ہاتھ واپس لوٹنا پڑا۔ علامہ ابنِ جوزی م ۵۹۷ھ اس موقع پر نجاشی کے الفاظ اس نقل کرتے ہیں؛

((ردّوا علیهما هدایاهما فلا حاجة لنا بها فواللّٰه ما أخذ اللّٰه منی الرشوة حین ردّ علیّ ملکی فآخذ الرشوة))(68)

''ان دونوں کے تحائف انہیں واپس کر دو۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی قسم اللہ نے میری بادشاہی مجھے واپس دیتے ہوئے مجھ سے رشوت نہیں لی، تو میں کیسے رشوت لوں؟''

سیدہ ام سلمہؓ اس موقعہ کی مناسبت سے فرماتی ہیں؛

((قالت (ام سلمة) فخرجا من عنده مقبو حین مردودا علیهما ما جآء وا به واقمنا عنده بخیر دار مع خیر جار))(69)

''ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ قریش کے دونوں سفیر نجاشی کے پاس سے بڑی بری حالت میں نکلے، اس طرح کہ جو لے کر آئے تھے، وہ بھی انہیں واپس دے دیا گیا تھا اور ہم نجاشی کے پاس بہترین مقام میں بہترین ہمسائے کے ساتھ قیام پذیر ہوئے''۔

علامہ حلبی م1044ھ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ نجاشی نے مسلمانوں سے کہا کہ میری سلطنت میں جہاں دل چاہے امن و سکون کے ساتھ رہو۔ نیز اس نے مسلمانوں کے کھانے پینے کا بھی بندوبست کر دیا۔ اور اسکے بعد عام حکم جاری کرتے ہوئے کہا:

((قال من نظر الی هولآء الرهط نظرة توذیهم فقد عصانی وفی لفظ ثم قال اذهبوا فانتم آمنون من سبّکم غرم قالها ثلاثا ای اربع دراهم وضعّفها کما جآء فی بعض الروایات)) (70)

''اس نے کہا جس نے بھی ان لوگوں کی طرف تکلیف دہ نظر سے دیکھا، وہ میرا نافرمان ٹھہرا۔اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ پھر اس نے کہا جاؤ تم امان والے ہو۔ جو تمہیں برا کہے گا اسے چار درہم جرمانہ ہوگا۔ یہ اس نے تین مرتبہ کہا۔اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ اس نے جرمانے کو دو گنا کر دیا تھا''۔

الغرض ہجرتِ حبشہ کی وجہ سے نجاشی کی طرف سے قریش کی حمایت کا خاتمہ ہوگیا اور اس کے مسلمانوں سے خوشگوار تعلقات کا آغاز ہوگیا۔

(ج) اہلِ حبش سے مؤثر سفارت کاری

عربوں کے حبشہ کے ساتھ کئی صدیوں سے بہترین روابط اور گہرے تعلقات تھے۔مگر جب حبشی لوگوں سے مسلمانوں کے روابط قائم ہوئے تو قریش کے ساتھ نجاشی اور اہل حبش کے تعلقات غیر موثر ہو گئے۔اس بارے میں سب سے بہترین کردار امام الانبیا ﷺ کی حکیمانہ اور دور اندیشی پر مبنی سفارت کاری کا ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں کہ ہجرت حبشہ اگر چہ مظلوم صحابہ کے لئے تحفظ کا باعث بنی۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جو حضرات ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے،ان میں کئی ایسے نمایاں افراد بھی تھے جو یقیناً مظلومین میں سے نہیں تھے۔سیدنا جعفر طیارؓ،عبدالمطلب کے پوتے اور سردار ابو طالب کے صاحبزادے تھے اور قبیلہ بنی ہاشم کے سرکردہ افراد میں سے تھے۔ان کا شمار بھی مظلومین مکہ میں نہیں رہا۔گویا مہاجرینِ حبشہ کے انتخاب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے ایک متبادل دار الہجرت کی تلاش شروع کر رکھی تھی،اور حبشہ کے دارالہجرت بننے کے امکانات کا جائزہ لینے کیلئے صف اول کے کچھ جید صحابہ بھی حبشہ گئے تھے تا کہ جائزہ لے سکیں کہ حبشہ ہجرت بننے کیلئے موزوں جگہ ہے کہ نہیں؟ان قائدین میں عثمان بن عفان،عبدالرحمان بن عوف اور اور حذیفہ بن عتبہ] شامل تھے۔(71)

کسی بھی دوسرے ملک یا قوم میں اپنے ملک یا قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے، جو اعلیٰ درجے کی لیاقت،کردار،اور مافی الضمیر کے اظہار پر دسترس درکار ہوتی ہے۔ایسی تمام صفات ہمیں سیدنا جعفرؓ بن ابی طالب میں نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتی ہیں۔قریش کے سفیروں کی سفیرانہ مکاریوں اور عیاریوں کو جناب جعفرؓ کی مدلل اور حق پر مبنی بے باک گفتگو نے شکست فاش دی اور انہیں ذلت ورسوائی کے ساتھ نا صرف واپس لوٹنا پڑا بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قریش کی مسلمانوں کے بارے میں قومی سوچ اور نقطہ نظر کو بین الاقوامی طور پر مسترد کر دیا گیا۔آئندہ انہیں کبھی بھی عرب کے باہر کسی بین الاقوامی طاقت کے پاس مسلمانوں کے تعاقب میں جانے کی جرات نہ ہوسکی۔جناب جعفرؓ کی وضاحت سننے کے بعد نجاشی نے قریش کے سفراء کو مخاطب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں اِن لفظوں کے ساتھ فیصلہ دیا؛

((ردّوا علیھما ھدایاھما ولا حاجۃ لنا بھا))(72)

''ان دونوں کے تحائف انہیں واپس کر دو۔ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں نجاشیؓ کی طرف سیدنا عمرو بن امیہ الضمریؓ کو سفیر بنا کر روانہ فرمایا اور انہیں نجاشی کے نام مکاتیب بھی عطا فرمائے۔ سنہ 6ھ کو آپ نے نجاشی کے نام خط میں اسے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

((انّی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ واَن تتّبعنی وتومن بالذی جاء نی))(73)

"میں تمہیں ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کی پیروی میں ساتھ دینے کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تم میری پیروی کرو اور ہم ایمان لائیں اس چیز پر جو میرے پاس آئی ہے"۔

حافظ ابن کثیر م 774ھ نجاشی کے نام فتح مکہ سے پہلے ایک اور خط کا بھی ذکر کیا ہے، جس میں یہ آیت ((فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانّا مسلمون)) شامل تھی۔(74) اس خط کا نجاشی نے جواب دیا اور اس میں نا صرف اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی خواہش کا بھی ذکر کیا(75) نجاشی کے نام ایک ایسے خط کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں آپ نے نجاشی کو سیدہ ام سلمہؓ سے نکاح کرنے اور اپنے ساتھیوں کو واپس بھجوانے کا ذکر کیا تھا۔ (76) غرضیکہ نجاشی کے نام لکھے گئے مختلف مکاتیب کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ ڈاکٹر حمید اللہ نے بعض خطوط کی عبارات آپس میں خلط ملط ہونے کی بھی نشان دہی کی ہے۔

نجاشی کی طرف بھیجے گئے مدنی سفیر سیدنا عمرو بن امیہ الضمری کی کنیت ابوامیہ تھی۔(78) ابن سعد کہتے ہیں کہ عمروؓ بن امیہ اپنے قبیلے بنوضمرہ کی طرح شروع میں اسلام کے مخالف تھے اور وہ غزوہ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے بھی آئے تھے۔(79)

نجاشی اصحمہ بچپن میں غلامی کا دور بھی گزار چکا تھا اور تب اس کا مالک بنوضمرہ ہی کا ایک شخص تھا۔ نجاشی نے اپنا بچپن بنوضمرہ میں ہی گزارا تھا۔(80) جبکہ ڈاکٹر محمود غازی لکھتے ہیں کہ عمروؓ بن امیہ الضمری بھی اسی سردار کے بیٹے تھے، جس کے ہاں کم سن نجاشی نے پناہ لی تھی اور عمروؓ بن امیہ نجاشی کے ہم عمر تھے اور بچپن میں نجاشی کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ دونوں دوست مل کر شکار کے لئے جایا کرتے تھے اور کافی عرصہ یعنی اندازا دس بارہ سال تک ایک ساتھ رہے۔(81) ڈاکٹر محمود غازی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمریؓ کو پہلی بار نجاشی کے دربار بھیجا تو وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا تعلق اور دوستی قبول اسلام سے پہلے سے تھی۔(82)

کیا قبول اسلام سے قبل عمروؓ بن امیہ الضمری کا رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا تعلق تھا؟ اور حالت کفر میں ہی آپ نے اسے سفیر بنا کر نجاشی کی طرف روانہ فرمایا؟ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ اس خط میں نجاشی کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غازی کی مذکورہ رائے پر مختلف پہلوؤں سے تنقید کی گنجائش ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت جس خط میں دی تھی وہ سن 6 ہجری میں لکھا گیا تھا۔ جیسا کہ

اوپر ذکر ہو چکا ہے۔(83) جب کہ عمروؓ بن امیہ الضمری نے سن ۴ ہجری میں اسلام قبول کیا، اور پہلی بار بحیثیت مسلمان بئر معونہ کی طرف بھیجے جانے والے مبلغین میں شامل کئے گئے۔ اس واقعہ میں ان کے تمام ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ صرف کعب بن زید اور عمرو بن امیہ الضمری] ہی زندہ بچ سکے۔ کعبؓ کو دشمن مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے حالانکہ وہ زندہ تھے، جبکہ عمروؓ بن امیہ الضمری کو عامر بن طفیل نے ضمری ہونے کی وجہ سے ان کے سر کی چوٹی کے بال کاٹ کر غلام کی حیثیت سے آزاد کر دیا کہ وہ اسے وہ اپنی ماں کی طرف سے آزاد کرتا ہے۔(84) الغرض عمروؓ بن امیہ الضمری اگر سن ۴ ہجری میں مسلمان تھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نجاشی کے پاس بعد میں بطور سفیر حالت اسلام میں ہی گئے تھے، حالتِ کفر میں نہیں جیسا کہ ڈاکٹر غازی کا خیال ہے۔

۲۔ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پا کر اسلام قبول کیا اور اپنے جوابی خط میں لکھا؛

((فقد بلغني كتابك يا رسول الله........فاشهد انك رسول الله))(85)

"پس تحقیق اے اللہ کے رسول آپ کا نامہ مبارک ملا......پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"۔

نجاشی کے اس خط میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ اپنے بیٹے "اریحا" کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہے۔ حافظ ابن کثیر م 774ھ لکھتے ہیں کہ امام بیہقی م 458ھ نے اس خط کا ذکر ہجرت حبشہ کے بعد کیا ہے۔ اور اس معاملے میں انہیں غلطی لگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خط آپ نے فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اس وقت لکھا تھا جب آپ نے مختلف شاہان مملکت کو خطوط لکھے۔(86)

۳۔ اربابِ سیرت کی وضاحت اوپر گزر چکی ہے کہ غزوہ بدر واحد میں مشرکین کی طرف لڑنے والوں میں عمروؓ بن امیہ بھی شامل تھے اور وہ اپنے قبیلے کی طرح اسلام کے مخالف تھے۔(87) اس وضاحت کی موجودگی میں اس دعوے کی صداقت مشکوک ہو جاتی ہے کہ عمروؓ بن امیہ کے اسلام سے قبل رسول اللہ سے دوستانہ تعلقات تھے۔

۴۔ غزوہ بدر کے بعد قریش نے انتقام لینے کے لئے ایک سفارت نجاشی کے پاس بھیجی تا کہ مسلمان پناہ گزینوں کو نجاشی سے لے کر انتقام کی آگ ٹھنڈی کی جا سکے۔ اس سفارت میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ شامل تھے۔(88) بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کی اس شرارت کا علم ہوا تو آپ نے عمروؓ بن امیہ کو نجاشی کے پاس خط دے کر بھیجا، جس میں مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔(89) لیکن اس روایت پر تنقید کی قوی گنجائش موجود ہے۔

امام علی الحلبی م 1044ھ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کا تجزیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمروؓ بن امیہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے ہوں اور ابھی تک مسلمان بھی نہ ہوں اور ان کو ہی رسول اللہ ﷺ مشرکین کے خلاف سفیر بنا کر نجاشی کے پاس روانہ کر دیں۔ حلبی مزید کہتے ہیں کہ:

((فيكونُ وفود عمرو بن العاص على النجاشي كا ن ثلاث مرّات، مرّة مع عمارة

عقب مهاجرة من هاجر الى الحبشة ومرةمع عبدالله بن ربيعة عقب بدر وهذه المرة الثالثةالتي كانت عقب الاحزاب وانّ ارسال عمرو بن اميه واسلام عمرو بن العاص علي يد النجاشي كان في هذه المرة الثالثةوحينئذ لا يشكل ارسال عمرو بن اميه للنجاشي لانّه كان مسلما حينئذ.فيكون ذكر مجئی عمرو بن اميه الى النجاشي في المرة الثانيةالتي كانت عقب بدر اشتباه من بعض الرواة))(90)

''پس عمرو بن العاص کا نجاشی کے پاس وفد کی صورت آنا تین مرتبہ ہے۔ایک مرتبہ ہجرت حبشہ کے مہاجرین کے تعاقب میں عمارہ کے ساتھ،اور ایک مرتبہ جنگ بدر کے بعد عبد اللہ بن ربیعہ کے ساتھ اور تیسری مرتبہ جنگ احزاب کے بعد،اور بے شک عمرو بن امیہ ضمری کو آپؐ کا بطور سفیر روانہ کرنا اور نجاشی کے ہاتھ پر عمرو بن العاص کا اسلام لانا اسی تیسری مرتبہ ہوا تھا۔تب عمرو بن امیہ کے نجاشی کے پاس بطور سفیر روانہ کرنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کیونکہ تب وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔پس دوسری مرتبہ بدر کے بعد نجاشی کے پاس آنے میں عمرو بن امیہ ضمری کا ذکر بعض راویوں کی غلط فہمی ہے''۔

قابل ذکر نکتہ یہ بھی ہے کہ مولانا صفی الرحمان مبارک پوری نے جنگ بدر کے بعد قریش کے وفد کے نجاشی کے پاس جانے کے حوالے سے روایاتِ سیرت کا سرے سے انکار کیا ہے۔ان کے خیال میں ان روایات کے مفاہیم ملتے جلتے ہیں۔روایات کے متون میں درج نجاشی کے سوالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نجاشی کے پاس یہ معاملہ پہلی بار پیش ہوا تھا۔اس لئے ترجیح اسی بات کو حاصل ہے کہ مہاجرینِ حبشہ کو لانے کی قریش کی کوشش صرف ایک بار ہوئی ہے۔(91)

مذکورہ شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عمروؓ بن امیہ ضمری کی حالتِ کفر میں سفیر بنائے جانے کی رائے مضبوط نہیں ہے،البتہ نجاشی کے پاس سیدنا عمروؓ بن امیہ ضمری کو ان کے نجاشی کے ساتھ تعلقات کے مخصوص پس منظر کے حوالے سے سفیر بنا کر بھیجنا سید البشر ﷺ کی عظیم سیاسی بصیرت کی عکاسی کرتا ہے۔نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب کا بہت احترام کیا اور آپ پر نا صرف ایمان لایا بلکہ آپ کے حکم کی تعمیل میں حبشہ میں مسلمانوں کو ہر ممکن آرام وسکون مہیّا کیا۔اس نے سیدہ ام حبیبہ [سے آپ کے نکاح کا بندوبست کیا اور رسول اللہ کی طرف سے چار سو دینار حقِ مہر مقرر کر کے خود ادا کئے،اور اس موقعہ پر حاضرین کی ضیافت کا بندوبست کر کے عزت واحترام کے ساتھ زوجہِ رسول کو مدینہ کی روانہ کیا۔اس نے آپ کے لئے قمیص،شلوار،پگڑی اور موزوں کا تحفہ بھی بھیجا۔(92) جبکہ ابن سعد م230ھ نے لکھا ہے کہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں تین نیزے بھی روانہ کئے۔(93)

رسول کریم علیہ السلام کا پیغام پا کر نجاشی نے مسلمانوں کو نہایت عزت واحترام سے مدینہ روانہ کیا۔حافظ ابن کثیر م۷۷۴ھ لکھتے ہیں کہ نجاشی نے سیدنا جعفر [کے ساتھ اپنے بھتیجے ''ذو مخمر'' کو بھیجا تاکہ وہ اپنے چچا اصحمہ کے حصے کی رسول اللہ کی خدمت کر سکے۔(94) ایک روایت کے مطابق نجاشی نے مہاجرین کی واپس روانہ ہوتے وقت ان کے ساتھ حبشہ

کے ساتھ آدمیوں کو اپنے بیٹے اریحا کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف روانہ کیا۔نجاشی کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے مدینہ پہنچنے کے حوالے سے روایات میں اختلاف ہے۔ابن جوزی م 597ھ اور ابن اثیر م 630ھ وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ جس کشتی میں نجاشی کا بیٹا اور حبشی لوگ سوار تھے۔وہ کشتی دورانِ سفر سمندر میں غرق ہوگئی اور اس کے تمام سوار ہلاک ہو گئے۔(95) جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض کشتیاں صحیح سلامت منزلِ مقصود پر بھی پہنچ گئی تھیں۔اور جو حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے وہ صحابہ کرام کے ساتھ بعض جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔(96) **واللہ اعلم بالصواب**

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے تحائف کا جواب بہت محبت سے دیا۔قیصر روم نے آپ کی خدمت میں ایک پوستین بھیجی۔جس میں دیبا کی سنجاف لگی ہوئی تھی۔آپ نے سیدنا جعفرؓ کو حکم دیا کہ یہ قیمتی پوستین اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔(97)

نجاشی کے ہاں سے جو سفارت آئی تھی۔ان کے ساتھ بھی آپ نے خصوصی برتاؤ کیا۔آپ نے انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا اور خود بنفس نفیس مہمانداری کے تمام کام سرانجام دیے۔صحابہ کرام نے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے میرے ساتھیوں کی خدمت گزاری کی ہے۔اس لئے میں خود ان کی خدمت گزاری کرنا چاہتا ہوں۔(98)

حکومت حبشہ اور ریاست مدینہ کے درمیان دوطرفہ بہترین تعلقات کی بدولت بین الاقوامی سطح پر بھی بہترین اثرات مرتب ہوئے۔نجاشی نے مسلمانوں کے بارے میں قریش مکہ کا موقف تو سختی سے مسترد کر ہی دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ قیصر روما کے بارے میں بھی خوددارانہ رویہ اختیار کر لیا تھا۔نبی کریم سے خط وکتابت سے پہلے حبشہ کی ریاست رومیوں کے نا صرف زیر اثر تھی بلکہ نجاشی قیصر روم کو خراج بھی دیتا تھا۔لیکن جب نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے قیصر کو خراج دینا بند کر دیا۔قاضی سلمان منصور پوری نے سلطنت عمان کی طرف مدنی سفارت کے حالات ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ نجاشی نے جب اسلام قبول کیا تو کہا کہ اب اگر ہرقل خراج کے طور پر ایک درہم بھی مانگے گا تو ہرگز نہ دوں گا۔جب ہرقل کو نجاشی کی خبر پہنچی اور اس کے قریبی ساتھیوں اور بھائی نے نجاشی کی سرکشی کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا تو ہرقل نے نجاشی کے خلاف کارروائی کرنے سے انکار کر دیا اور نجاشی کے اسلام کے حوالے سے کہا کہ اگر مجھے شہنشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔(99)

مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی سفارت کاری بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے کتنی موثر اور جاندار تھی اور اس سفارت کاری کے دیگر ممالک پر کتنے زبردست اثرات مرتب ہوئے تھے۔

(د) حبشہ میں مسلم اقلیت کا سیاسی کردار

حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔وہ ایک اجنبی ملک میں تھے، جہاں انہیں مستقل نہیں رہنا تھا۔اس عارضی سکونت کے باوجود حبشہ کے مہاجرین کی اس چھوٹی سی اقلیت نے جس طرح غیر مسلم ریاست حبشہ میں وقت گزارا اور جس خوبی سے اپنا سیاسی کردار نبھایا، وہ یقیناً دنیا کے ان علاقوں اور ممالک کے مسلمانوں کے لئے بہترین راہنمائی ہے، جو وہاں اقلیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ذیل میں اس حوالے سے نمایاں نکات ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔ ہجرت حبشہ سے یہ واضح سبق ملتا ہے کہ زمینی حقائق اگرچہ کیسے بھی کیوں نہ ہوں، اس کے باوصف مسلمانوں کو اجنبی ممالک میں جاتے ہوئے اپنے دین کی فکر لازم رکھنی چاہیے۔ ہجرت حبشہ دین کے بچاؤ کی خاطر ہی ہوئی تھی اور مہاجرین نے حبشہ میں سکونت کے دوران کسی بھی موقع پر اپنے دینی نظریات اور شعائر کے بارے میں کوئی مداہنت والا رویہ اختیار نہیں کیا۔ جب نجاشی نے قریش مکہ کے وفد کے مطالبے کے بعد مہاجرین کو اپنے دربار میں طلب کیا تو مہاجرین نے نجاشی کو سجدہ نہیں کیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ نجاشی نے پوچھا کہ تم بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے، تو سیدنا جعفرؓ نے جواب دیا:

((وامرنا ان لا نسجد لاحد الا اللّٰہ))(100)

''اور ہمیں رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم اللہ تعالی کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں''۔

سفراء قریش نے اگلے روز بادشاہ کو اکسایا کہ مسلمان عیسی علیہ السلام کے بارے میں بہت بری بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے تحقیق کے لئے دوبارہ مہاجرین کو اپنے دربار میں بلایا تاکہ ان سے جواب لے۔ سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس روز ہمیں فکر لاحق ہوئی تاہم سب مہاجرین اسی رائے پر متفق ہوئے کہ نجاشی کے پاس صرف صاف اور سچی بات کہی جائے، اگرچہ اس کا انجام کچھ بھی ہو۔(101)

پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اہل کفر کے سامنے محض دنیاوی مفاد کے لئے اپنے عقائد اور دینی شعار کے بارے میں غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے۔

۲۔ حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر وہ وہاں بہترین باہمی نظم وضبط کے ساتھ رہے۔ انہوں نے دنیا میں موجود ہر مسلم اقلیت کے لئے بہترین تنظیمی زندگی گزارنے کی اعلی مثال قائم کی۔ مسلم مہاجرین نے باقاعدہ ایک امیر کی قیادت میں حبشہ کے سفر اور وہاں سکونت کے مراحل طے کئے۔ پہلی ہجرت میں مہاجرین کے امیر سیدنا عثمانؓ تھے۔(102) دوسری ہجرت حبشہ میں مسلمانوں نے اپنے امیر کے طور پر سیدنا جعفرؓ بن ابی طالب کا انتخاب کیا۔(103)

مہاجرین حبشہ کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حبشہ میں سکونت کے دوران جب بھی کوئی اہم موقعہ آیا تو اہل اسلام نے باہمی مشاورت سے کام لیا اور خوب غور وخوض کے بعد ایک رائے قائم کی اور پھر وہاں پر موجود مسلمانوں نے وہی یکساں موقف اختیار کر لیا۔ جیسے نجاشی کے دربار میں بلائے جانے پر ضروری مشاورت کے بعد طے کیا گیا کہ ہر صورت میں صاف اور کھری بات ہی کی جائے گی۔(104) اس کی تائید اوپر مذکور سیدہ ام سلمہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں یہ واضح ہے کہ مسلمانوں میں یہ بھی طے ہوا تھا کہ اگرچہ نتائج کیسے بھی نکلیں، بہرحال نجاشی کے سامنے صرف سچی بات ہی کی جائے گی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں کہ جب حبشہ میں باغیوں نے نجاشی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو ان مشکل حالات میں بھی مہاجرین نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ نجاشی کی حکومت کیونکہ حق پر ہے لہذا ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ ڈاکٹر غازی کا اصرار ہے کہ اس رائے کے بعد منتخب صحابہ نے باقاعدہ نجاشی کی حمایت میں اس کے دشمنوں کے خلاف جنگ بھی لڑی اور بہادری کے جوہر بھی دکھلائے۔(105)

الغرض مہاجرین حبشہ کا مشاورتی عمل بہترین رہا۔حبشہ میں سکونت کے دوران اسی کی برکت سے ان کے قلوب و اذہان میں مثالی ہم آہنگی رہی۔وہ چھوٹی سی اقلیت میں ہونے کے باوجود ریاست حبشہ اور نجاشی کے دربار میں مؤثر کردار کے حامل رہے۔

۳۔ اجنبی اور غیر مسلم اکثریت کے ملک میں مسلمان اگرچہ اقلیت میں ہوں مگر ان کو اپنے دینی مرکز سے مسلسل رابطے میں رہنا چاہیے اور اپنی مرکزی دینی قیادت سے راہنمائی لیتے رہنا چاہئے،تاکہ ملّی شعور میں وہ دنیا بھر کے مسلمانوں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔حبشہ میں رہنے والے مسلمانوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بارے میں وہ خبریں حاصل کرتے رہتے تھے۔صحابہ عرب سے حبشہ اور حبشہ سے عرب آتے جاتے رہتے تھے۔اس آزادانہ باہمی ملاپ کا ایک لازمی نتیجہ باہمی معلومات کا تبادلہ بھی ہوتا ہے۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ مکہ میں حبشی عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اور ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔(106) بعض روایات میں ایک اور حبشی لوگوں کے گروہ کے اسلام قبول کرنے کا بھی ذکر ہے۔یہ وہ لوگ تھے جنہیں نجاشی نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔(107) یہ لوگ حبشہ واپس جا کر اسلامی جمعیت کا حصہ بنے بلکہ اسلام کے فروغ میں بھی مدد و معاون ثابت ہوئے۔یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا جعفرؓ اور دیگر مہاجرین مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ان کے ہمراہ حبشی لوگوں کی ایک ایسی جماعت بھی تھی ، جو اسلام قبول کر چکے تھے۔(108)

مسلمانوں کی بعض جماعتوں کے بھی حبشہ جانے کا ذکر ملتا ہے۔سیدنا ابوموسی اشعریؓ کے قبیلے کے لوگ،جنہیں سمندر میں کشتی نے حبشہ پہنچا دیا تھا۔وہ بھی مسلم مہاجرین کے ساتھ رہے حتی کہ ان کی واپسی بھی سیدنا جعفرؓ کے ہمراہ ہی ہوئی تھی۔(109) حافظ ابن قیم م751ھ لکھتے ہیں کہ مسلمان حبشہ سے تین دفعہ واپس لوٹے ہیں۔ایک دفعہ ہجرت مدینہ سے پہلے،دوسری دفعہ غزوہ بدر سے پہلے،اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض مہاجرین غزوہ بدر میں شامل بھی ہوئے ہوں،اور تیسری مرتبہ ان کا خیبر کے سال لوٹنا ہے۔(110) نیز رسول اللہ ﷺ کے سفیر عمرو بن امیہ الضمریؓ کے حبشہ میں مسلمانوں کے پاس متعدد بار جانے کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

الغرض حبشہ کے مسلمان اپنے مرکز سے رابطے میں رہے اور مدینہ کے حالات سے ان کو آگاہی ہوتی رہی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں وہ تنہا نہیں ہوتے ان کا اپنے مرکز سے گہرا دینی تعلق ہوتا ہے۔اور وہ تعلق قائم رہنا چاہیے۔

۴۔ غیر مسلم اکثریت میں رہتے ہوئے مسلم اقلیت کے اپنے مخصوص مفادات ہوتے ہیں۔جن کو بھی کبھار اکثریت کی انتہاء پسندی،تعصب یا محض ناواقفیت سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔لہذا مسلم اقلیت کو حالات سے پوری طرح آگاہ ہونا ضروری ہے،تاکہ کوئی نقصان نہ ہو جائے۔امام بیہقی م458ھ سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول سرزمین حبشہ پہنچے تو انہوں نے روزگار کے لئے ، وہاں کے ایک بڑے بازار میں خرید و فروخت شروع کی۔ایک دفعہ عبداللہ بن

مسعودا کیلئے اپنے مال کو لے کر بازار کی طرف نکلے تو ان کے میزبان نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ آپ اکیلے ہی بازار کی طرف چل نکلے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کوئی شخص آپ کو اکیلا سمجھ کر قتل نہ کر دے یا آپ کا مال نہ چھین لے۔ معلوم ہوا کہ حبشہ میں مہاجرین کے خیر خواہ لوگ بھی تھے۔ جو ان کو خطرات سے باخبر کرتے رہتے تھے۔

سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ ابھی حبشہ میں ہمارا تھوڑا ہی عرصہ اطمینان سے گزرا تھا کہ حبشہ کے ایک آدمی کی قیادت میں کچھ لوگوں نے نجاشی کے خلاف بغاوت کردی اور اس شخص نے اپنی بادشاہت کا دعوی کر دیا۔ مہاجرین کے لئے یہ سانحہ خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر باغی کامیاب ہو جاتا تو ایسی حکومت برسر اقتدار آ سکتی تھی، جو مسلمانوں کی نجاشی اصحمہ کی طرح حفاظت نہ کرسکتی تھی۔ ہم نے رب العالمین سے نجاشی کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگیں۔ جب نجاشی باغیوں کے خلاف مقابلے کے لئے نکلا تو مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا کہ میدانِ جنگ کے حالات سے واقفیت کے لئے کسی مسلمان کو جانا چاہیے۔ جناب زبیرؓ بن العوام مہاجرین میں سے سب سے کم عمر تھے مگر وہ یہ فریضہ سرانجام دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے ایک مشک میں ہوا بھری۔ جسے جناب زبیرؓ نے پیٹ کے نیچے دبا کر دریائے نیل کو عبور کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر میدانِ جنگ کا منظر اتنی دیر تک اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے، جب تک باغیوں کو شکست نہ ہوگئی۔ بعد ازاں انہوں نے واپس آکر اپنی چادر سے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور فتح کی بشارت دی۔ (112)

بالکل واضح ہے کہ سنجیدہ معاملات سے باخبر رہنے کے لئے حبشہ کی مسلم اقلیت فوری اور اہم اقدامات کرتی رہی۔

(ہ) حبشہ کی غیر مسلم آبادی کے لئے سیاسی مفادات

ہجرت حبشہ سے صرف مظلوم مسلمانوں کو پناہ ہی نہیں ملی بلکہ اس سے حبشہ کی عیسائی اکثریت اور ریاست کو بھی زبردست سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔ سید البشر ﷺ کی رحلتِ سعید کے فوری بعد تھوڑے ہی عرصے میں ریاست مدینہ دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور ریاست بن کر ابھری۔ مجاہدین اسلام کے پرزور حملوں نے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ عرب سے ہر غیر اسلامی طاقت کا صفایا ہو گیا۔ دنیا کی دونوں بڑی طاقتوں، روم اور فارس کو جنگ کے میدانوں میں مجاہدین کے ہاتھوں ذلت آمیز شکستیں ہوئیں۔ ایرانی تاج وتخت مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ قیصر روم نے پسپائی اختیار کی اور اپنے بہت سے علاقے گنوا بیٹھا۔ مصر، شام پر مسلمان قابض ہو گئے۔ اس دور میں دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہ رہی، جو میدان جنگ میں مسلمانوں کو فیصلہ کن شکست دینے کا دعوی کر سکے۔ تب عرب کی ہمسائیگی میں حبشہ کی عیسائی ریاست، ایسی ریاست تھی جس پر کسی اسلامی لشکر نے حملہ نہیں کیا اور اس کے مقبوضات پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی حبشہ کی آبادی کے لئے کسی قسم کا خطرہ بنا، کیونکہ اس بارے میں سید المرسلین ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی مسلمانوں کو واضح ہدایات عطا فرمادی تھیں۔ امام ابو داود م 275ھ نے اس بارے میں فرمانِ رسول کو اس طرح نقل کیا ہے؛

((دعوا الحبشة ما ودعوکم)) (113)

''حبشہ کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں''۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((اتر کوا الحبشة ما تر کو کم))(114)

''حبشہ کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں''۔

یہ حدیث متن کے الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مسند احمد بن حنبل اور دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔(115) سنن نسائی میں قدرے وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ارشاد فرمائے۔ خندق کی کھودائی کے دوران، جب صحابہ کرامؓ نے ایک چٹان کے نہ ٹوٹنے کے بارے میں آپ کو مطلع کیا تو آپ خود اس جگہ پر تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی چادر خندق کے کنارے پر رکھی اور کدال کو پکڑ کر تین مرتبہ اس پتھر پر مارا اور سلمان فارسیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی قسم پہلی دفعہ مارتے ہوئے مجھے کسریٰ کے شہر دکھائی دیئے اور آپ نے ان کے مفتوح ہونے کی دعا مانگی۔ دوسری دفعہ مارتے ہوئے فرمایا مجھے قیصر کے شہر نظر آئے۔ آپ نے صحابہ کی فرمائش پر قیصر کے مقبوضات کے فتح ہونے اور غنیمت پانے کے لئے دعا کی۔ پھر تیسری مرتبہ چوٹ لگانے پر فرمایا مجھے حبشہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ نظر آیا۔ اس موقعہ پر آپ نے حبشہ کے بارے میں فرمایا۔ حبشہ کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں اور ترکوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں۔(116) جبکہ سنن نسائی کی ایک دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ اتنی دیر تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک مسلمان چپٹے چہروں والے ترکوں سے جنگ نہ کرلیں۔(117) حافظ ابن کثیر م 774ھ نقل کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر فاروق، عثمان اور ان کے بعد کے دور میں بہت سے ممالک فتح ہو گئے اور حبشہ فتح نہ ہوا تو اس بارے میں حدیثِ رسول کے عظیم راوی صحابی سیدنا ابو ہریرہؓ نے فرمایا؛

((افتحوا ما بدا لكم فو الذى نفس ابى هريرة بيده ما افتتحتم من مدينة و لاتفتحونها الى يوم القيامةالّا وقد اعطى الله محمدا مفاتيحها قبل ذلك))

''جو تمہیں مناسب لگے فتح کرو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ تم کوئی بھی شہر نہیں فتح کرتے اور نہ ہی تم قیامت تک فتح کرو گے مگر تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس (فتح ہونیوالے) شہر کی چابیاں اس سے پہلے ہی محمد ﷺ کو عطا کر دی ہیں''۔

گویا سیدنا ابو ہریرہؓ نے یہ واضح فرمادیا کہ حبشہ فتح نہ ہونے کی وجہ محض رسول اللہ کا مذکورہ فرمان ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کو مجاہدین کے حملوں سے کیوں مستثنیٰ فرمایا۔ علما نے اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں؛

۱۔ زین الدین محمد المناوی م ۱۰۳۱ھ حبشہ پر حملہ کی ممانعت کی وجہ درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں؛

((لقوة بأسهم وبرد بلادهم وبعده))(119)

''حبشہ کے لوگوں کی جنگی قوت اور ان کے شہروں کی سردی اور سفر کی دوری کی وجہ سے (منع کیا گیا)''۔

المناوی مزید لکھتے ہیں کہ مسلم ریاست اورحبشی مما لک کے درمیان بڑے وسیع اور دشوار گزارمیدان اور علاقے تھے۔جن کی وجہ سے اس ملک پرحملہ کرنا بہت دشوار اور شدید مشقت کا باعث بن سکتا تھا۔لہذا مسلمانوں کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے انہیں اس علاقے پر حملہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔(120)

۲۔ محمد اس بن عبداللہ الجعلود حبشہ پر حملہ نہ کرنے کی وجہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درحقیقت ریاست حبشہ اور وہاں کے لوگوں نے اہلِ اسلام کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا تھا اور ہجرت حبشہ کے موقعہ پر مہاجرین سے بہترین سلوک سے پیش آئے تھے۔اس وجہ سے ان کے ساتھ خصوصی سلوک کیا گیا اور اس علاقے پر حملہ نہیں کیا گیا۔چونکہ یہ علاقہ مسلمانوں کے ساتھ حالتِ صلح میں تھالہذا اسے دارالحرب قرار نہیں دیا گیا۔(121)

مذکورہ بیان کی گئی دونوں وجوہ میں سے زیادہ قوی دوسری وجہ محسوس ہوتی ہے۔اس لئے کہ مسلمانون کی جہادی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان مجاہدین مشقت کے خوف سے کبھی جہاد کرنے سے نہیں گھبرائے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلم مجاہدین نے ہمیشہ جنگ کے میدان میں اعلی اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ لہذ اصحابہ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے تحت حبشہ پر حملہ کرنے کی بجائے اہل حبشہ کے ساتھ دوستانہ مراسم کو نبھایا، جن کی بنیاد رسول کریم کے دستِ مبارک سے پڑ چکی تھی۔

حاصلِ کلام/نتائج

وپر ذکر کردہ تحقیقی مواد کے جائزے سے درج زیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

① حبشہ،عرب کے ہمسایہ میں ایک مستحکم اور وسیع ریاست تھی۔جس سے قریش مکہ کے اسلام سے پہلے بہترین تعلقات تھے۔

② حبشہ کے حکمران نجاشی کی عادلانہ طبیعت اور اچھی شہرت کی وجہ سے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

③ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر اسلام قبول کرلیا مگر حبشہ کی اکثر رعایا عیسائی مذہب پر قائم رہی۔

④ ہجرت حبشہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اپنا دین بچانے یا جائز مفادات کے لئے غیر مسلم افراد یا غیر مسلم ریاست سے مدد اور پناہ حاصل کر سکتے ہیں۔

⑤ رسول اللہ کی بہترین خارجہ پالیسی کی وجہ سے ریاست حبشہ کے تعلقات مشرکین مکہ کی بجائے ریاست مدینہ سے استوار ہو گئے۔

⑥ ریاست مدینہ کی ریاست حبشہ سے سفارت کاری سے غیر مسلم مما لک سے اسلامی سفارت کاری کے نمایاں اصول وضوابط اور آداب ماخوذ ہوتے ہیں۔

⑦ مہاجرین حبشہ کے کردار سے راہنمائی ملتی ہے کہ غیر مسلم مما لک میں مسلم اقلیت کو اپنے مخصوص مفادات کے لئے منظم اور مؤثر سیاسی کردار ادا کرنا چاہیئے۔

⑧ مہاجرین حبشہ سے حسنِ سلوک کی وجہ سے ریاست حبشہ اور وہاں کی عیسائی آبادی کو مسلمانوں کی طرف سے عظیم سیاسی مفادات اور مجاہدین کے حملوں سے تحفظ حاصل ہوا۔

حواشی وتعلیقات

(1) ابن منظور، محمد بن مکرم ''لسان العرب'' (دار صادر بیروت 1414ھ) ص:278/6

(2) العسقلانی، احمد بن حجر، الحافظ ''فتح الباری'' (دار المعرفة بیروت 1379ھ) ص:553/6

(3) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر ''رسول اکرم کی سیاسی زندگی'' (دار الاشاعت کراچی 1978ء) ص:116

(4) ندوی، سید سلیمان ''تاریخ ارض القرآن'' (مجلس نشریات اسلام کراچی س ن) ص:299/1

(5) العسقلانی '' فتح الباری '' ص:190/7

(6) ابن ہشام، عبدالملک ''السیر ة النبوية'' (مصطفى البابی الحلبی، مصر 1955ء) ص:338/1

(7) ندوی، سید سلیمان ''تاریخ ارض القرآن'' ص:238/1

(8) جواد علی، الدکتور ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' (مکتبہ نعمانیہ بغداد 1980) ص:456/3

(9) البغوی، الحسین بن مسعود ''معالم التنزیل فی تفسیر القرآن'' المعروف تفسیر البغوی (دار أحیاء التراث العربی بیروت 1420ھ) ص:234/5

(10) مودودی، ابوالاعلی، سید ''تفہیم القرآن'' (ادارہ ترجمان القرآن لاہور س ن) ص:297/6

(11) ابن ہشام ''السیرة النبوية'' ص:37/1

(12) ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمرو، الحافظ ''تفسیر القرآن العظیم'' المعروف تفسیر ابن کثیر (دار الکتب العلمیه بیروت 1419ھ) ص:459/8

(13) ابن ہشام ''السیرة النبوية'' ص:42/1

(14) ندوی، سید سلیمان ''تاریخ ارض القرآن'' ص:30/1

(15) القرآن: الفیل:5-1

(16) ندوی، سید سلیمان ''تاریخ ارض القرآن'' 299/1

(17) الزرقانی، محمد بن عبدالباقی ''شرح المواهب اللدنیه'' (دار الکتب العلمیه بیروت ۱۹۹۶ء) ص:۱/۵۰۶

(18) العسقلانی '' فتح الباری '' ص ص:187/3، 625/6

(19) البیہقی، احمد بن حسین ''دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشريعة'' (دار الکتب العلمية بیروت ۱۴۰۵ھ) ص:301/2

(20) الزرقانی ''شرح المواهب'' ص:501/1

(21) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الامام ''الجامع الصحیح'' باب موت النجاسی قدیمی کتب خانہ، کراچی 1961ء) ص:574/1

(22) ا. البیہقی ''دلائل النبوة'' ص:305/2

اا. ابن ہشام ''السیرة النبوية'' ص ص:239,240/1

(23) مہر غلام رسول (مرتب) ''رسول رحمت، سیرت طیبہ پر مولانا آزاد کے مقالات'' (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور س ن) ص:24
(24) البیہقی ''دلائل النبوۃ'' ص:285/2
(25) مسلم بن حجاج، القشیری، الامام'' الجامع الصحیح'' باب کتاب النبی الی ملوک الکفار (قدیمی کتب خانہ، کراچی 1956ء) ص:99:2
(26) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، الحافظ'' زاد المعاد فی ھدی خیر العباد'' (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۹۶ء) ص:603/3
(27) شبلی نعمانی و سید سلمان ندوی'' سیرۃ النبی'' (مکتبہ المصباح لاہور س ن) ص:271/1
(28) ابن قیم'' زاد المعاد'' ص:117/1، 603/3
(29) ابن اثیر، علی بن محمد'' الکامل فی التاریخ'' (دار صادر بیروت ۱۹۸۲ء) ص:77/2
(30) ا. البیہقی ''دلائل النبوۃ'' ص:285/1
اا. ابنِ سعد، محمد'' الطبقات الکبری'' (دار صادر بیروت ۱۹۶۸ء) ص:209/1
(31) النیشاپوری، محمد بن عبداللہ، الحاکم'' المستدرک علی الصحیحین '' (دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) ص:679/2
(32) ا. ابنِ سعد'' الطبقات '' ص:206/1
اا. طبری، محمد بن جریر'' تاریخ الامم والملوک'' (دار المعارف قاھرہ 1977ء) ص:331/2
(33) ابن قیم'' زاد المعاد'' ص:95/1
(34) ابن ہشام، عبدالملک'' السیرۃ النبویۃ'' ص:323/1
(35) ابنِ سعد'' الطبقات '' ص:204/1
(36) ابن سید الناس، محمد بن محمد'' عیون الاثر فی فنون المغازی و السیر'' (دار المعرفۃ بیروت س ن) ص:115/1
(37) القرآن: النحل:41
(38) ابن کثیر، الحافظ'' تفسیر القرآن العظیم'' ص:491/4
(39) ابن ہشام، عبدالملک'' السیرۃ النبویۃ'' ص:321/1
(40) ابن ہشام، عبدالملک'' ایضا'' ص:322/1
(41) الشامی، محمد بن یوسف'' سبل الھدی و الرشاد'' (دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء) ص:366/2
(42) مبارک پوری، صفی الرحمان، مولانا'' الرحیق المختوم اردو'' (المکتبہ السّلفیہ لاہور س ن) ص:134
(43) ابن قیم'' زاد المعاد'' ص ص:95/1
(44) منصور پوری، محمد سلیمان قاضی'' رحمۃ للعالمین'' (مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد س ن) ص:65/1
(45) الشامی'' سبل الھدی'' ص:390/2
(46) البری، زکریا، الدکتور (المرتب)'' فتاوی دار الافتاء المصریۃ'' (فتاوی دار الافتاء المصریۃ 1980ء) ص:388/10
(47) الشامی'' سبل الھدی'' ص:440/2
(48) الشامی'' ایضا'' ص:224/3

(49) الشامی ''ایضاً'' ص:215/4

(50) الشوکانی، محمد بن علی، القاضی ''نیل الاوطار'' (دار الحدیث مصر 1993ء) ص:265/7

(51) بخاری ''الجامع الصحیح'' باب جوار ابی بکر ص:307/1

(52) العسقلانی '' فتح الباری '' ص:476/4

(53) القرآن: آل عمران:118

(54) ابن منظور ''لسان العرب'' ص:55/13

(55) القرآن: المائدۃ:82

(56) مجاہد بن جبر، الامام ''تفسیر مجاهد'' مرتب، عبدالرحمان طاہر (المنشورات العلمیه بیروت س ن) ص:202/1

(57) القرآن: المائدۃ:51

(58) صلاح الدین، یوسف، حافظ ''احسن البیان'' (شاہ فہد کمپلیکس سعودی عرب س ن) ص:322

(59) القرآن: الایلاف:2-1

(60) الشامی ''سبل الهدی'' ص:268/1

(61) ابن حبیب، محمد ''المنمق فی اخبار قریش'' (مکتبة عالم الکتب بیروت 1985ء) ص:42/1

(62) البلازری، احمد بن یحیی ''انساب الاشراف'' (دار الفکر بیروت ۱۹۹۶ء) ص:59/1

(63) مہر غلام رسول (مرتب) ''رسول رحمت، سیرت طیبہ پر مولانا آزاد کے مقالات'' ص:144

(64) الکلاعی، سلیمان بن موسیٰ ''الاکتفاء بماتضمنه من مغازی رسول الله والثلاثة الخلفاء'' (دار الکتب العلمیه بیروت ۱۴۲۰ھ) ص:96/1

(65) البلازری ''انساب الاشراف'' ص:412/9

(66) ابن الجوزی، عبدالرحمان بن علی، ابوالفرج ''تنویر الغبش فی فضل السودان والحبش'' (دار الشریف الریاض 1998ء) ص:62/1

(67) الحلبی، علی بن برہان الدین ''انسان العیون فی سیرة الامین المامون'' المعروف السیرة الحلبیہ (دار أحیا التراث العربی، بیروت 1320ھ) ص:340/1

(68) ابن الجوزی ''تنویر الغبش'' ص:68:1

(69) ابن الجوزی ''ایضاً'' ص:68:1

(70) الحلبی ''انسان العیون'' ص:399/11

(71) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر ''محاضرات سیرت'' (الفیصل ناشران کتب لاہور ۲۰۰۹ء) ص ص:742,743

(72) ابن الجوزی ''تنویر الغبش'' ص:68:1

(73) طبری ''تاریخ الامم'' ص:652/2

(74) ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمرو، الحافظ ''البدایة والنهایة فی التاریخ'' (دار أحیا التراث العربی، بیروت 1985ء) ص:104/3

(75) البیہقی ''دلائل النبوة'' ص:209/2

(76) ابن الجوزی، عبدالرحمان بن علی، ابوالفرج "الوفاء باحوال المصطفی" (دار الكتب الحديثية مصر 1966ء)
ص:735,736/2
(77) محمد حمیداللہ، الدکتور "الوثائق السیاسیة للعهد النبی و الخلافة الراشدة" (دار النفائس بیروت 1985ء) ص
ص:104-106
(78) ابن عساکر، علی بن حسین، الحافظ "تاریخ مدینة دمشق" (دار الفکر بیروت 1997ء) 420/45
(79) ابن سعد "الطبقات" ص:248/4
(80) ابن کثیر "البداية والنهاية" ص:375/3
(81) غازی "محاضرات سیرت" ص:97
(82) غازی "ایضا" ص:97
(83) دیکھیے مذکورہ حوالہ نمبر 74
(84) ابن سیدالناس، محمد بن محمد "عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل والسیر" (دار القلم بیروت 1993ء)
ص:68/2،339/1
(85) ابن سیدالناس "عیون الاثر" ص:330,331/2
(86) ابن کثیر، الحافظ "البداية والنهاية" ص:104/3
(87) ابن سعد "الطبقات" ص:248/4
(88) الحلبی "انسان العیون" ص:200/2
(89) الحلبی "ایضا" ص:200/2
(90) الحلبی "ایضا" ص:200/2
(91) مبارک پوری، صفی الرحمان "الرحیق المختوم اردو" ص:138
(92) البیہقی "دلائل النبوة" ص ص:460-462/3
(93) ابن سعد "الطبقات" ص:235/3
(94) ابن کثیر، الحافظ "البدایةوالنهایة" ص:356/5
(95) ا. ابن جوزی "الوفاء" ص:735/2
اا. ابن اثیر، علی بن محمد "اسد الغابة فی معرفة الصحابة" (دار المعرفة بیروت 1997ء) ص:72,73/1
(96) مہر غلام رسول (مرتب) "رسول رحمت، سیرت طیبہ پر مولانا آزاد کے مقالات" ص:390
(97) شبلی نعمانی وسید سلمان ندوی "سیرۃ النبی" ص:190/2
(98) شبلی نعمانی وسید سلمان ندوی "ایضا" ص:176/2
(99) منصور پوری "رحمۃ للعالمین" ص:157/1
(100) احمد بن حنبل، الامام "المسند" مسند عبدالله بن مسعود (مؤسسةالرسالة بیروت 2001ء) ص:408/7

(101) ابن ہشام،عبدالملک''السیرۃ النبویۃ''ص:335/1

(102) ابن ہشام،عبدالملک''ایضا''ص:323/1

(103) ابن سعد''الطبقات''ص:34/4

(104) ابن ہشام،عبدالملک''السیرۃ النبویۃ''ص:335/1

(105) غازی،محمود احمد،ڈاکٹر''خطبات بہاول پور''(اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور 1997ء)ص:414

(106) ابن اسحاق،محمد''کتاب السیر و المغازی''(دار الفکر بیروت1978ء)ص:218/1

(107) ابن اسحاق''ایضا''ص:219/1

(108) البلازری''انساب الاشراف''ص:198/1

(109) بخاری''الجامع الصحیح''باب ھجرۃ الحبشۃ،ص:547/1

(110) ابن قیم''زادالمعاد''ص:23/3

(111) البیہقی''دلائل النبوۃ''ص ص:298,299/2

(112) ابن ہشام،عبدالملک''السیرۃ النبویۃ''ص:338/1

(113) ابوداود،سلیمان بن اشعث السجستانی''السنن''باب النھی عن تھییج الحبشۃ(المکتبۃ العصریۃ بیروت س ن)ص:112/4

(114) ابوداود''ایضا''ص:114/4

(115) احمد بن حنبل،الامام''المسند''مسند عبداللہ بن مسعود،ص:226/38

(116) النسائی،احمد بن شعیب''السنن المجتبی''باب غزوۃ الترک والحبشۃ(المکتبۃ السلفیۃ لاہور س ن)ص:56/2

(117) النسائی''ایضا''باب غزوۃ الترک والحبشۃ،ص:56/2

(118) ابن کثیر''البدایۃ والنہایۃ''ص:117/4

(119) المناوی،محمد زین الدین''التیسیر بشرح الجامع الصغیر''(مکتبۃ الامام الشافعی الریاض1988ء)ص:8/2

(120) العظیم آبادی،محمد اشرف''عون المعبود شرح ابی داود''(دار الکتب العلمیہ بیروت۱۴۱۵ھ)ص:128/14

(121) الجعلود،محماس بن عبداللہ''الموالاۃ و المعاداۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ''(دار الیقین بیروت198ء)ص:623/2